جلسہ سالانہ کے میز بانوں اور مہمانوں کو ہدایات

جلسہ کے دوران بھی کارکنان نمازوں کی حفاظت کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ / جولائی ۱۹۹۰ء بمقام اسلام آباد برطانیہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جلسہ سالانہ یو۔ کے میں اب تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ یعنی جلسہ سالانہ اتنا قریب آچکا ہے کہ اب صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔ جہاں تک انتظامات کا تعلق ہے مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی جو مستقل افسر جلسہ سالانہ ہیں وہ خدا کے فضل سے سارا سال ہی تمام امکانی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیاری کرتے رہتے ہیں اور جیسا کہ قادیان اور ربوہ میں دستور تھا ویسا ہی یہاں بھی نظام قائم ہو چکا ہے اور اسی طرح جرمنی کی جماعت میں بھی خدا کے فضل سے اسی طرح کا ایک بہت پختہ نظام قائم ہو چکا ہے اور جلسہ سالانہ اب ایک جگہ نہیں بلکہ قادیان کی روایات کے مطابق اس وقت تقریباً بیس، پچیس مختلف ممالک میں منعقد کیا جاتا ہے۔ جہاں تک جلسہ سالانہ یو۔ کے کا تعلق ہے اسی طرف واپس آتے ہوئے میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ تمام انتظامات جن کا لمبی تیاری سے تعلق ہے وہ تو خدا کے فضل سے مکمل ہو چکے ہیں اور قریب کی تیاری کے بھی اکثر انتظامات نہ صرف مکمل ہو چکے ہیں بلکہ بہت سے کارکن یہاں پہنچ کر اپنے اپنے شعبے کو سنبھال بھی چکے ہیں۔ مثلاً ہمارا مواصلات کا شعبہ ہے یا لاؤڈ سپیکر، ویڈیو وغیرہ کا شعبہ ہے۔ اس کے Volunteers، رضا کار جو پاکستان سے تشریف لاتے ہیں وہ پہنچ گئے ہیں۔ جو مقامی ہیں وہ بھی

تیاری کر چکے ہیں اور جو میں نے آج صبح اسلام آباد یو۔ کے کی رپورٹ منگوائی تو پتا چلا کہ اکثر خیمے بھی نصب ہو چکے ہیں۔ ایک حصہ انتظامات کا وہ ہے جس کے لئے کارکن آخری وقت پہ مہیا ہوتے ہیں اور عموماً معاونین اور بعض دفعہ اُن سے اُوپر کے افسران بھی چونکہ لمبا عرصہ رخصت نہیں لے سکتے اس لئے بہت قریب وقت پہنچتے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں بھی دستور ہوا کرتا تھا کہ ان کی جو ڈیوٹی شیٹ ہے وہ لمبا عرصہ پہلے چھپ جایا کرتی تھی اور ایک ریہرسل کر کے اُن کی حاضری کا پہلے جائزہ لیا جاتا تھا۔ مگر وہاں چونکہ سکول بھی اور کالج بھی اور دفتر بھی جماعت کے اپنے نظام کے تابع ہوا کرتے تھے اس لئے کوئی دقّت نہیں تھی۔ انگلستان جیسی جماعت میں اور اسی طرح دوسری مغربی ممالک کی جماعتوں میں رخصتیں حاصل کرنے کی دقت اور سکول کے اوقات کا فرق یہ ساری چیزیں کارکنوں کے لئے دقتیں پیدا کرتی ہیں اور اُس کی وجہ سے کسی حد تک نظام کے لئے پھر دقّت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آج صبح ایک شعبہ کے انچارج نے مجھ سے ذکر کیا کہ جہاں تک ہمارے انتظامات کا تعلق ہے ہم پوری طرح تیار بیٹھے ہیں اور اب صرف معاونین کا انتظار ہے۔

اس سلسلے میں پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ افسر صاحب جلسہ یہاں کے مقامی جتنے بھی معاونین ہیں اُن کو ابھی سے جماعتوں کے ذریعے مطلع کر دیں کہ کب اُن کے آنے کی توقع کی جاتی ہے اور کہاں آ کر کس کو رپورٹ کریں تا کہ معاونین کی رپورٹ کا بھی ایک الگ انتظام ساتھ کے ساتھ جاری ہو جو پہلے یہاں جاری نہیں ہو سکا۔ ربوہ اور قادیان میں تو خدا کے فضل سے یہ بڑے لمبے عرصے سے جاری ہے اور حاضری معاونین کی بھی الگ رپورٹ پہنچا کرتی تھی جب ہم جلسے کے کام کیا کرتے تھے تو اُس وقت ہمیشہ با قاعدگی سے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ رپورٹ بھیجا کرتے تھے کہ افسر جلسہ کے نظام کی طرف سے کتنے معاونین حاضر ہیں، کتنی کمی ہے اور یہ شعبہ اپنے معاونین پر نظر رکھتے ہوئے پھر ہنگامی معاونین مہیا کرنے کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ بات سب کو پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اگر کوئی کارکنوں کے سلسلے میں دقت محسوس کرتا ہے تو اُس کو فوری طور پر اس شعبہ سے رابطہ کرنا چاہئے اور اس شعبہ کا کام ہے کہ دوسرے معاونین مہیا کرے۔ چنانچہ ایسے بارہا مواقع پیش آ چکے ہیں قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی جبکہ کسی خاص شعبے کو غیر معمولی طور پر زائد کارکنان کی ضرورت پیش آئی۔ ہمارے لنگر خانے میں جب میں کام کیا کرتا تھا لنگر خانے میں مجھے یاد ہے بعض

دفعہ بریک ڈاؤن (کام میں تعطل ہونے کی صورتیں) ہو جاتے تھے اچانک بارش آ گئی اور خیمے اُڑ گئے جس کی وجہ سے غیر معمولی طور پر بہت زیادہ کارکنوں کی ضرورت پیش آتی تھی۔ بعض لوگ پراتیں اُلٹا کر کے نان بائیوں کے اوپر سائبان بناتے تھے، کچھ زائد پیڑے بنانے والے درکار ہوتے تھے، کچھ زائد روٹیاں بنانے والے کیونکہ ناتجربہ کار کارکن زیادہ وقت لیتا ہے اس لئے جتنی کمی آتی تھی نان بائیوں میں یا پھر روٹی پکانے والوں میں اُس سے کئی گنا زیادہ کارکنان کی ضرورت پڑ جاتی تھی۔ تو ایسے موقع پر ہمارا تجربہ ہے کہ مہمانوں سے جب بھی درخواست کی گئی تو وہ بڑے شوق کے ساتھ، بڑے ولولے کے ساتھ پیش ہوئے ہیں اور بعض دفعہ مقامی کارکنان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اس لحاظ سے یہ خیال کہ معاونین کی کمی ہو جائے گی یہ تو ایک وہم ہے جس کا کوئی بھی حقیقت سے تعلق نہیں۔ کمی ہو سکتی ہے صرف ان معنوں میں کہ انتظامیہ بیدار نہ ہو اور کسی کو پتا نہ ہو کہ کس کا کام ہے؟ اس لئے میں یہ بات وضاحت سے پیش کر رہا ہوں اور چونکہ اب یہ جلسے کا نظام خدا کے فضل سے دُنیا کے بیس سے زائد ممالک میں جاری ہو چکا ہے اور رفتہ رفتہ پھیلتا چلا جا رہا ہے اور اُمید ہے کہ چند سال کے اندر اندر انشاء اللہ قادیان کا جلسہ اپنے ہم شکل جلسے اتنے پیدا کر دے گا کہ سو ممالک سے زائد میں ویسے ہی جلسے ہوا کریں گے اور ہر ملک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر جاری ہو گا۔ پس چونکہ جماعت کو یہ نام بہت پیارا ہے اور مسیح موعودؑ کا لنگر کے ساتھ ہی دل نرم ہو جاتے ہیں اور طبیعت میں بے شمار محبت جوش مارتی ہے اس لئے اس جلسے کو کارکنان کی کمی نہیں ہو سکتی۔ جہاں بھی ہو گا خدا کے فضل سے اس لحاظ سے برکت ہو گی لیکن انتظام کی خرابی کی وجہ سے یا کسی کی لاعلمی کی وجہ سے کہ یہ کام میرا ہے بھی کہ نہیں ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ مجھے پچھلا جلسہ گزرنے کے بعد ایک منتظم نے بتایا کہ ہمارا کام اگر کمزور ہوا ہے یا ہم وقت کے مطابق ضرورت پوری نہیں کر سکے تو اُس میں ہمارا قصور نہیں کارکن نہیں تھے لیکن اُن کا ایک قصور ضرور تھا کہ اگر کارکن نہیں تھے تو فوری مطالبہ کیوں نہیں کیا گیا اور اگر فوری مطالبہ کیا گیا تھا اور اُس کی طرف توجہ نہیں ہوئی تو فوری طور پر مجھے کیوں مطلع نہیں کیا گیا۔

جلسے کے دوران شکایات کے زیادہ رابطے نہیں ہوا کرتے بلکہ افسر متعلقہ کو بات کہی جاتی ہے اگر وہ ضرورت پوری نہ ہو تو فوری طور پر خلیفۂ وقت کو اطلاع پہنچا دی جاتی ہے کیونکہ آخری

ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمائندگی میں اُس کی ہوتی ہے کہ وہ مہمان نوازی کے فرائض انجام دے اور اگر بعد میں تکلیف کی خبر پہنچے تو اُسے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اس لئے جلسے کے دوران میں شکایات کے معاملے میں اُس قسم کی پابندیاں نہیں ہوتیں کہ فلاں رستے سے فلاں رستے تک پہنچو اور پھر اُس کے بعد فلاں رستے تک پہنچو۔ مختلف حالات کے مطابق نظام بدلتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہے تو اُس نے تو آواز دینی ہے کہ مجھے بچاؤ۔ اُس کے لئے کوئی باقاعدہ چینل مقرر تو نہیں ہوا کرتا کہ وہ فلاں کو کہے، وہ فلاں کو کہے پھر اُس کے آگے فلاں کو اطلاع پہنچے۔ اس لئے ہنگامی حالات کے مطابق ہنگامی نظام جاری ہوتے ہیں۔ شکایات موقع پر کریں۔ ایسی صورت میں سارے منتظمین کا فرض ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے معاونین پورے کریں۔ اگر مہیا نہ ہوں تو بلا تاخیر افسر معاونین سے مطالبہ کریں اور اگر معقول مدّت کے اندر یعنی ایسی مدّت کے اندر جس میں انتظام کو نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو کیونکہ ضرورت پوری نہ ہو تو بلا تاخیر مجھے چٹ بھجوا دیں کہ فلاں ضرورت پڑی تھی اور ابھی تک پوری نہیں ہوئی خطرہ ہے کہ اگر دیر ہوگئی تو ہمارے نظام میں خرابی آجائے گی۔

اسی ضمن میں چونکہ شکایات کی بات ہو رہی ہے آنے والے مہمانوں سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ وہ اپنی شکایات موقع پر کیا کریں۔ بسا اوقات وہ موقع پر صبر کر جاتے ہیں اور واپس گھروں میں جانے کے بعد بے صبری دکھاتے ہیں۔ یعنی جب صبر کا موقع نہیں اُس وقت صبر کرتے ہیں جب صبر کا موقع آئے اُس وقت بے صبری دکھا جاتے ہیں۔ یعنی ان معنوں میں کہ پھر وہ اپنی شکایتیں لوگوں تک پہنچاتے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ بھی جماعت کے کارکنوں کی اتنی بدنامی کا موجب بن سکتا ہے بعض دفعہ کہ اگر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت میں یہ نظام جاری نہ ہو کہ بروقت مجھے اطلاع کر دیتے ہیں تو وہ خرابیاں آگے بڑھتی چلی جائیں۔ مثلاً پیچھے یہاں کسی شخص نے لفٹ دینے کے بہانے کرائے وصول کرنے شروع کئے۔ اب یہ مجھے علم نہیں کہ بہت زیادہ دفعہ واقعہ ہوا یا ایک دو دفعہ لیکن ایک دو دفعہ یہ واقعہ قطعی طور پر ہوا کہ ایک صاحب نے جب مہمان رخصت ہو رہے ہوتے تھے وہاں موٹر کھڑی کر دی کہ آؤ جی بیٹھو، تشریف لائیں، اپنی موٹر میں بیٹھیے اور جب وہ مہمان بیٹھ گئے تو ہر ایک سے اُترتے وقت دس دس پونڈ وصول کرنے شروع کر دیئے۔ اس قسم کی مشکل صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے مطالبہ کیا جائے وہ بیچارہ پھر دینے پر مجبور

ہو جاتا ہے۔ اب ایسے موقع پر ضروری تھا کہ فوری طور پر اس کی اطلاع مجھے بھجوائی جاتی۔ پرائیویٹ سیکریٹری ہر وقت مہیا رہتا ہے اور بہت سے رستے ایسے ہیں جن کے ذریعے بلا تاخیر اطلاع بھجوائی جاسکتی ہے تا کہ اُس کی روک تھام کی جاتی۔ نہ صرف یہ کہ مجھے اطلاع نہیں کی گئی بلکہ سارا جلسہ وہ صاحب دل میں اس بات کو پکاتے رہے اور پھر لاہور جا کے وہ پھوڑا پھوٹا اور پھر سب جگہ بدنامیاں شروع ہر گئیں کہ جی یو۔ کے کی جماعت ایسی ہے حالانکہ یو۔ کے کی جماعت ایسی نہیں ہے، بڑی مخلص جماعت ہے۔ غیر معمولی قربانی کرنے والی ہے، جتنے مہمان نوازی کے سامان یہاں مہیا ہیں وہ اُس سے بہت زیادہ ربوہ والوں کو یا پاکستان یا ہندوستان کے لوگوں کو مہیا ہوتے ہیں کیونکہ یہاں رہن سہن کا طریق اَور ہے۔ ٹائیلٹ ایک ہے سارے گھر میں یا دو بھی ہوں تو پھر بھی بمشکل گھر کی ضرورت پوری کرتے ہیں تو ایسی جگہوں پر جب مہمانوں کا بوجھ پڑتا ہے پھر نوکر کوئی نہیں نوکر کا نظام کوئی نہیں ہے گھر والوں کو غیر معمولی محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہ سارے کام جو یو۔ کے نے گزشتہ بہت سے سالوں سے بڑی ذمہ داری اور بڑی وفا اور بڑی محبت کے ساتھ سرانجام دیئے ہیں یہ ایک طرف اور ایک ڈھنڈورا پیٹنے والا ایک طرف جو جس مجلس میں بیٹھا اُس نے کہہ دیا یو۔ کے کی جماعت وہ تو مہمانوں کو بٹھاتے ہیں اور پیسے چارج کرتے ہیں تو بڑا ظلم ہے جب مجھے چونکہ جماعت میں یہ نظام بھی ساتھ جاری ہے کہ خطوں میں مجھ سے ساری باتیں کرتے رہتے ہیں اور خدا کے فضل سے چونکہ مجھے کثرت سے روزانہ خط پڑھنے کی توفیق ملتی ہے اس لئے دنیا کے کونے کونے میں جو باتیں ہو رہی ہیں اُن کی اطلاعیں پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ تو جب لاہور سے مجھے کسی نے بتایا کہ فلاں شخص نے مجھ سے یہ بات کی ہے تو فوری طور پر میں نے وہاں کے نظام کو بھی جھنجوڑا اور یہاں بھی تحقیق کی تو پتا چلا کہ واقعہ ہوا تو تھا لیکن ایک انفرادی واقعہ ہوا ہے اُس کی وجہ سے جماعت کو بدنام کرنے کا حق انہیں نہیں۔

اسی طرح بعض دفعہ روٹی کے متعلق شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمیشہ سے ہوتی ہے کیونکہ اتنے بڑے مہمانوں کے لئے ہمارے مزاج کی روٹی پکانا کوئی آسان کام نہیں ہے اور انتظامات میں Break downs بھی ہو جاتے ہیں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے لیکن بعض دفعہ اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ مسلسل ایک چیز خراب بن گئی ہوتی ہے مثلاً روٹی کچی اُتر رہی ہے تو کچی اُترتی چلی جارہی ہے یا جل رہی ہے تو جلتی چلی جارہی ہے۔ ایسے موقع پر اگر بروقت اطلاع نہ دی جائے تو بہت نقصان ہوتا

ہے۔ یعنی رزق کا بھی نقصان اور لوگوں کے معدوں کا بھی نقصان اور مزاج کا بھی نقصان اور پھر باتوں کی وجہ سے اور روحانی لحاظ سے بھی نقصان پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے اس دفعہ ایک شکایات کا دفتر اس رنگ میں کھولنا چاہئے کہ جس میں ہر شاکی اپنی شکایت بلا تاخیر ڈال دے اور اُسی رات یا اگر افسر شکایات جو بھی مقرر ہو وہ ضروری سمجھے کہ یہ اس نوعیت کی شکایت ہے کہ فوری طور پر مجھے اس کی اطلاع ملنی چاہئے مجھے فوری اطلاع دے ورنہ رات کو جو دستور ہے کہ سارا دن کی شکایتیں اکٹھی ہو کر پھر شام کو پہنچیں تو یہ ایک دوسرا شعبہ بھی امسال سے یہاں جاری ہونا چاہئے۔

ایک اور مشکل ایسی ہے جس کے پیش نظر ہم ایک نیا نظام جاری کر رہے ہیں اور جماعت کو مطلع رہنا چاہئے یعنی میزبانوں کو بھی، مہمانوں کو بھی کہ یہ نظام ہے جس میں بعض دفعہ ایک کمزوری بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اُس کو اگر وہ خود حل کر سکتے ہوں تو خود حل کریں بجائے اس کے کہ گھبرا جائیں یا سمجھیں کہ یہاں سارا نظام ہی درہم برہم ہوا ہوا ہے۔ ہم نے جو روٹی کی مشین یہاں بنوائی تھی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی اچھا کام کر رہی ہے لیکن یہاں مشینوں کی قیمتیں زیادہ پڑتی ہیں اور اگر سارے مہمانوں کی ضرورت کے لئے مشینیں بنائی جائیں تو تین مشینیں چاہئیں لیکن وہ ایک ہی مشین ہم بنا سکے ہیں اور اتنا عرصہ لگا ہے اُس کی نوک پلک کو درست کرنے میں۔ وہ خدا کے فضل سے بہت اچھے معیار کی روٹی پیدا کر رہی ہے۔ یعنی شروع میں کچھ کمزوریاں تھیں رفتہ رفتہ ٹھیک ہوتی چلی گئیں لیکن اگر اُس کی رفتار کو بہت زیادہ تیز کیا جائے تو پھر وہی بات ہوگی یا کچی روٹی نکلے گی یا جلی ہوئی۔ اس دفعہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہفتہ پہلے اکیس تاریخ سے وہ مشین کام شروع کر دے اور ایک بہت بڑا کولر ہے غالباً مائنس ٹو یا تھری ڈگری تک منفی دو تین درجہ حرارت تک وہ ٹھنڈا کرتا ہے۔ اُس میں تھیلوں میں ڈال کے اُن روٹیوں کو محفوظ کر لیا جائے۔ preserve کرنے والی دوائیاں ہم نہیں ڈالنا پسند کرتے کیونکہ اُس سے آجکل جو تحقیقات ہو رہی ہیں نقصانات کے اندیشے ہیں۔ بہر حال اُس روٹی کے متعلق تین دن تک تو وہ کہتے ہیں قطعی طور پر ٹھیک رہتی ہے اور میں نے جو اپنے گھر میں تجربہ کر کے دیکھا ہے میں نے دس دن کے بعد بھی کھائی ہے میرے لئے تو وہ بھی ٹھیک تھی لیکن مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ بعض لوگ پرواہ نہیں کرتے تھوڑی سی باسی ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خراب نہ ہو یعنی نقصان پہنچانے والی نہ ہو تو گزارہ کر لیتے ہیں۔ بعض بہت ہی نازک مزاج ہوتے ہیں اور وہ

روٹی کی ذراسی بھی اونچ نیچ کو برداشت نہیں کرتے اس لئے ہوسکتا ہے وہ روٹی جب باہر نکلے تو بعض لوگوں کے لئے کچھ مشکلات پیدا کرے۔ جونئی بات ہے وہ روٹی کو گرم کرنے کا نظام ہے۔ روٹی کو گرم کرنے کے لئے اس دفعہ ہم نے ایک طریق سوچا ہے اُس پر عمل ہوگا۔ ہوسکتا ہے پہلی دفعہ ہونے کی وجہ سے وہ پوری طرح صحیح کام نہ کرے۔ تو جو روٹی پہنچے گی بعض دفعہ وہ ٹھنڈی بھی ہوسکتی ہے اندر سے اور ٹھنڈی ہونے کی وجہ سے یہ وہم ہوگا کہ شاید خراب ہو، بعض دفعہ جلدی میں گرم کرنے کے نتیجے میں بعض حصوں پر سطحی طور پر جلن کے آثار بھی ہوں اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے تو یہ میں مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ اُس روٹی میں کوئی بنیادی خرابی نہیں ہے۔ بہت اچھی روٹی ہوگی انشاء اللہ لیکن اگر کچھ ٹھنڈی ہو جائے اور اگر مہمان گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو وہ گھر میں گرم کر سکتے ہیں۔ اگر پسند نہیں آئی تو بجائے پھینکنے کے جہاں روٹیاں گرم ہو رہی ہیں وہاں لے جائیں اور اپنی روٹیاں دوبارہ گرم کروالیں۔ بے تکلفی سے گھریلو رنگ میں اگر آپ گزارہ کرنے کی کوشش کریں تو خدا کے فضل سے انتظامات میں بہت سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک اور بات جو کارکنان کے لئے بھی ضروری ہے اور مہمانوں کے لئے وہ یہ ہے کہ جہاں بھی نظام جاری ہو وہاں Friction ضرور پیدا ہوتی ہے کسی رنگ میں۔ یعنی جب موٹر چلتی ہے تو اُس کے پہیے، اُس کے کل پرزے جو حرکت کرتے ہیں ایک دوسرے کے قریب سے گزرنے سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور ذراسی بھی کسی ایک جگہ خرابی پیدا ہو تو ایک پُرزے کا دوسرے پر جھکاؤ بہت تیز گرمی پیدا کرتا ہے پھر یعنی وہ رگڑنے لگ جاتے ہیں۔ اس نظام کا بالکل اسی طرح انسانی نظام سے بھی تعلق ہے۔ انسانی انتظامات میں بھی بہترین نظام وہ ہوتا ہے جہاں ایک دوسرے سے رگڑ کر نہ چلیں اپنے اپنے دائرہ کار میں حرکت کریں۔ اُس سے جو گرمی ہوتی ہے وہ قابل برداشت رہتی ہے۔ یعنی قُرب میں حرکت کے نتیجے میں گرمی ضرور پیدا ہوتی ہے لیکن جہاں اپنا (حلقہ عمل)Orbit اپنا کوئی پرزہ چھوڑ دے یعنی جس مدار پر حرکت کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اُس مدار سے ذراسا بھی ہٹ جائے تو اُس سے پھر گرمی پیدا ہوتی ہے اور یہ گرمی اگر اس کا پہلے سے ہی انتظام نہ کیا جائے اور پیش بندیاں نہ کی جائیں تو اچانک سارے نظام کو بھی خراب کر سکتی ہے اور موٹر وغیرہ میں جو جدید مشینیں ہیں اُن میں Lubrication کا نظام ہے جو یہ پیش بندیاں کرتا ہے اور روزمرّہ کی عام گرمی کو بھی کم

سے کم درجہ پر رکھتا ہے۔ انجن آپ دیکھیں ذرا سا سٹارٹ کر کے گرم تو ضرور ہوگا لیکن چونکہ Lubrication ہورہی ہوتی ہے اس لئے وہ گرمی خطرہ پیدا نہیں کرتی۔ Lubrication انسانی نظام میں اخلاق سے ملتی جلتی ہے۔ جتنے اعلیٰ درجے کے اخلاق کارکنان کے اُتنا ہی زیادہ نظام Lubrication کے ساتھ چلتا ہے اور اگر کسی پرزے کا جھکاؤ ہو کر ٹکر بھی دوسری طرف لگ جائے تو وہ Lubrication ہے جو اُس کو بچا لیتی ہے اور بعض دفعہ پیچھے دھکیل دیتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی روایات میں اس پہلو سے اخلاق کو بہت بڑا مقام حاصل رہا ہے اور ساری دنیا جو حیرت سے دیکھتی ہے کہ جماعت کا اتنا بڑا انظام کیسے چل رہا ہے اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت کے کارکنان اعلیٰ اخلاق کے حامل ہوتے ہیں اور جہاں کہیں گرمی پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں وہاں اگر ایک سے غلطی ہوئی ہے تو دوسرا اپنے حسن خلق کے نتیجے میں اُس معاملے کو سنبھال لیتا ہے۔ بعض دفعہ ایک مہمان تیز مزاج آ جاتا ہے، بعض دفعہ ایک میزبان تنقید برداشت نہیں کرسکتا اور اگر بدقسمتی سے دونوں اکٹھے ہو جائیں تو پھر ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں بہت شاذ ایسے واقعات ہوئے ہیں لیکن ہم نے دیکھے ہیں ایک دفعہ ربوہ میں ایک چاول کھانے والے مہمان تھے اُن کے لئے چاول نہیں تھے اُنہوں نے کہا ہم ابھی پکا دیتے ہیں اُنہوں نے اتنا شور مچایا جو پکانے والے تھے وہ بھی اُسی مزاج کے تھے خوب گرما گرم بحث ہوئی اور یوں لگتا تھا کہ خوفناک لڑائی پھیل جائے گی اس علاقے میں۔ جب جا کے میں نے دیکھا تو شورسُن کے لنگر سے باہر آیا وہ دونوں میرا لحاظ کرتے تھے۔ پیار سے اُن کو سمجھایا تو ہنس پڑے بات ہی ختم ہوگئی وہیں۔ تو ایک ہنسی سے بعض دفعہ بڑے بڑے خراب نتائج جو نکل سکتے ہیں اُن کی روک تھام ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ حسن خلق سے ہی کام لیں اور جہاں مزاح سے فائدہ پہنچ سکے وہاں مزاح سے کام لیں یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ مزاح زندگی کا ایک بڑا اہم حصہ ہے۔ ایک تو ہے ایسا مزاح جس کو لوگ کہتے ہیں کہ بھانڈ ہو گیا ہے کوئی شخص۔ یعنی جس کو عادت ہو دن رات سوائے مزاح کے کام ہی کوئی نہ ہو اُس کو لوگ کہتے ہیں بھانڈ بن گیا ہے۔ وہ مزاح میں نہیں کہہ رہا لیکن وہ مزاح جو زندگی کی خوشکیوں میں تری پیدا کرنے والا ہے جو روزمرہ کی یکسانیت کو دور کرتا ہے اور زندگی میں ایک فراخی اور روانی پیدا کرتا ہے وہ مزاح بہت ضروری ہے اور بعض دفعہ

غصوں کو ختم کرنے کے لئے مزاح بہت کام دیتا ہے۔ بعض بچے ایسی حرکت کر دیتے ہیں بعض دفعہ کہ ماں باپ کو ہنسی آجاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی غصہ ہو اُن سے پھر وہ ہنسی برداشت نہیں ہوتی اور ہنسی برداشت نہ ہونے کے معاملے میں چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ سب برابر ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ اگر وفات کا موقع بھی ہو اور سوگ پر لوگ بیٹھے ہوں اگر کوئی ایسی حرکت کسی سے سرزد ہو جائے جو مزاحیہ ہو تو اُس وقت بھی ہنسی برداشت نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ قادیان میں مجھے یاد ہے ہم بھائیوں سے کوئی غلطی ہوگئی۔ غالباً جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ تھی کہ ہمیں پتا نہیں لگا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ نماز پہ چلے گئے ہیں اور ہم کھیلتے رہے اور جب واپس نکلے تو اُس وقت ہمیں سمجھ آئی کہ ہم پکڑے گئے اور غلطی ہوگئی بہر حال لائن لگوا دی حضرت مصلح موعودؓ نے اور سب کو سزا دینی تھی۔ اب ہمیں پتا نہیں کیا سزا دینی تھی مگر بڑے غصے میں تھے کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے اُدھر نماز ہو رہی تھی اور تم صحن میں کھیل رہے تھے۔ تو ہمارے ایک بھائی جن کا نام لینا اس وقت مناسب نہیں اُن کی شکل اس قسم کی بن گئی اس وقت خوف سے اور اُن کا چہرہ بھی موٹا تھا تو وہ ذرا سا منہ کانپتا تھا تو ایک کلّہ نیچے ہو جاتا تھا اور ایک اوپر ہو جاتا تھا وہ حضرت مصلح موعودؓ کی Sense of humour یعنی مزاح کا ذوق جو تھا وہ بہت اعلیٰ لطیف تھا تو آپ کی اُس پہ نظر جو پڑی تو ہنسی برداشت نہ ہوئی۔ پہلے تو اپنا پلو پگڑی کا رکھا منہ پر اور کوشش کی برداشت کرنے کی اُس کے بعد اس قدر قہقہہ نکلا کہ وہ ہمیں اُسی طرح چھوڑ کر چلے گئے قصرِ خلافت کی طرف۔ تو ہنسی میں نے جیسا کہ بتایا ہے بعض دفعہ بڑے بڑے غصے پہ قابو پالیتی ہے تو اگر کوئی لطیف مزاح ہو تو وہ فائدہ بھی پہنچاتا ہے لیکن بھونڈے مذاق سے بچنا کیونکہ بھونڈا مذاق ہنستے ہوؤں کو بھی غصہ دلا دیا کرتا ہے اور ہر موقع کی بات ہوا کرتی ہے اس لئے بھانڈ پنے سے کام نہیں بنتا۔ ذہانت کے ساتھ مزاح کا استعمال ہونا چاہئے۔ اس فن کو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے سیکھ سکتے ہیں۔ جہاں آپ نے مثلاً وفات مسیح کے دلائل دیئے ہیں وہاں اُس کے بعض حصے مزاح سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیر احمدیوں کے عقائد کا بھونڈا پن آپ نے مزاح کے رنگ میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ لطیف مزاح ہے لیکن وہ تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد میرا خیال ہے کہ مخالفین کو بھی ہنسی آجاتی ہوگی۔ ایسا لغو عقیدہ ہے کہ اُس کو اگر کھول کر اُس رنگ میں بیان کیا جائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بسا اوقات بیان فرمایا ہے تو انسان ہنسی کے بغیر رہ نہیں سکتا اور جس کو ہنسی

آ جائے پھر اُس کی ضد بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناظروں میں بھی اس فن کو نہایت ہی عمدگی اور پاکیزگی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ تو آپ بھی بحیثیت کارکن اپنی مجلسوں میں جہاں تھکاوٹ دور کرنی ہو یا کسی کا غصّہ ہٹانا ہو تو لطیف مزاح سے بے شک کام لیں۔ Tension نہ پیدا کریں یعنی اعصابی تناؤ۔ جن کارکنوں میں اعصابی تناؤ پیدا ہو جائے پھر اُن سے غلطیاں ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ نظام چلتا ہے فراخدلی کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ، کچھ دوسرے کی رعایت کی کچھ اپنا حق چھوڑا، کچھ اپنا حق مانگنے میں کمی کی، کچھ دوسرے کے حصے کے زائد مطالبے کو بھی نرمی سے پورا کرنے کی کوشش کی۔ اس کو دوسرے لفظوں میں Cushioning کہتے ہیں اور اس کی مثال میں نے Lubrication سے دی ہے۔ یہ اعلیٰ اخلاق کی مختلف صورتیں ہیں۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس سارے جلسے میں بھی پرانی روایات کی طرح خدا کے فضل کے ساتھ تمام کارکن اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھائیں گے۔

اعلیٰ اخلاق اور نظم وضبط کے رشتے کے متعلق کچھ بتانا ضروری ہے۔ بعض لوگ اعلیٰ اخلاق کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ نظم وضبط کو توڑ دیا جائے۔ حسن خلق کی خاطر نظام کو توڑ دیا جائے۔ کسی کے پاس ٹکٹ نہیں ہے تو اُس کو بھی جانے دیا جائے۔ قانون مقرر ہے کہ فلاں جگہ کھانا کھانا ہے تو جگہ جہاں ہے وہاں اُس کو بٹھا کے کھلا دیا۔ یہ جو چیزیں ہیں یہ ایک پہلو سے حسنِ خلق کہلا سکتی ہیں بڑا نرم انسان ہے، بڑا خلیق ہے، ہر آدمی کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایک پہلو سے یہ بدانتظامی ہے اور بعض دفعہ بدانتظامی اتنی شدید رنگ کی ہو جاتی ہے حسن خلق کی وجہ سے کہ اُس سے بڑے بڑے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سیکورٹی، حفاظت کا نظام ہے اور لنگر خانوں میں اگر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تو حفاظت کے نظام کی خاطر ہی ہے۔ بعض دفعہ بعض شریروں نے ہمارے جلسہ سالانہ پر کھانوں میں زہر ملانے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ جماعت نگران تھی اور خدا کے فرشتے نگران تھے جنہوں نے نگرانوں کو متوجہ فرما دیا۔ تو ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ تو ایسے موقعوں پر حسن خلق خودکشی کے مترادف ہوتا ہے۔ حُسن خلق اَور چیز ہے اور نظم وضبط اَور چیز ہے اور ان دونوں کے درمیان ٹکراؤ نہیں ہے۔ آپ بڑے حُسن خلق کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت کے ساتھ ایک آدمی کو کہہ سکتے ہیں کہ جناب آپ آگے نہیں جائیں گے۔ وہ سختی بھی کرے تو آپ برداشت کریں یہ

حُسن خلق ہے لیکن اُس کو آگے جانے دیں یہ بدنظمی ہے۔ اس لئے ہر نظام میں ان دونوں چیزوں کے درمیان توازن رکھنا بڑا ضروری ہوا کرتا ہے۔ **جو آپ کے فرائض ہیں آپ نے بہر حال ادا کرنے ہیں۔ جن فرائض میں تبدیلی کا آپ کو اختیار نہیں وہاں اگر اپنے اخلاق کی وجہ سے آپ تبدیلی کرتے ہیں تو مجرم بنتے ہیں۔ اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے جتنی نرمی، جتنا لطف و عنایت دکھا سکتے ہیں ضرور دکھائیں مگر دائرہ کار کو پھلانگنے کی اجازت نہیں ہے۔** بعض دفعہ لوگ اپنے غیر احمدی ایسے مہمان کو لے آتے ہیں جس کے پاس ٹکٹ نہیں ہے۔ اب اُس سے کئی طرح سے باتیں ہوسکتی ہیں۔ سختی سے بھی کہا جاسکتا ہے ہرگز نہیں ہم جانے دیں گے۔ اُس کے سامنے بھی کہا جاسکتا ہے جس سے دونوں کی دلشکنی ہو اور حسن خلق سے اُس کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک منٹ مجھ سے علیحدگی میں بات سنیں۔ دوسرے پر نظر رکھتے ہوئے بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اُس سے کہیں کہ یہ ہمارا نظام ہے اور ساری جماعت کے مفاد میں یہ نظام ہے اس لئے آپ مہربانی فرما کر کسی بہانے سے ان کو ذرا تھوڑی دیر ٹالیں اور یہ طریق ہے جس سے اجازت مل سکتی ہے اور فلاں نظام ہے جس کے پاس آپ کو جانے کی ضرورت پڑے گی۔ یہ طریقہ ہے سمجھانے کا۔ اگر اچھے طریقے سے سمجھایا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کوئی انسان بے وجہ بُرا مانے لیکن اگر بدخلقی سے بات کریں گے تو اُسے یقیناً ٹھوکر لگتی ہے پھر شکایتیں پہنچتی ہیں کہ ہم فلاں دوست کو لے کر آئے تھے وہ بڑا ہی جماعت کے قریب آچکا تھا اور فلاں نے بداخلاقی سے کام لیا اور وہ دور ہو گیا اور بھاگ گیا۔ ایسا ایک دفعہ ایک واقعہ پیش آیا۔ جس میں واقعۃً منتظمین کی غلطی تھی۔ یعنی ایک ایسے شخص کو جس کے متعلق اُن کو شبہ تھا کہ اس کے اوپر نظام کی طرف سے پکڑ آئی ہوئی ہے اور وہ اُس جلسے میں اپنے ساتھ بعض غیر مسلم مہمانوں کو لے کے آیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنی طرف سے مستعدی دکھاتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ نظام کا یہ تقاضا ہے جا کر بھری مجلس میں اُن کو اُٹھوا دیا۔ اب جو اندر داخل ہو چکا تھا اُس وقت اُن کا کام یہ تھا کہ افسر بالا کو بتاتے کہ فلاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کیا حکم ہے اور اپنے ہاتھ میں اس فیصلے کو نہ لیتے اور ویسے بھی جب ایک آدمی داخل ہو چکا ہے تو اس وقت اُس کو اُٹھانا اور بات ہے اور جب نظام کی طرف سے ہدایت بھی کوئی نہیں ہے کہ چونکہ ایک شخص کو سزا ملی ہوئی ہے، ایک شخص سے چندہ نہیں لیا جا رہا تو اس لئے اُسے جلسے میں بھی شامل نہ ہونے دیا جائے۔ ایسے فیصلے جو مبہم بنے رہیں اُس میں نظام کا تقاضا یہ

نہیں ہے کہ آپ اپنی طرف سے خود فیصلہ کریں۔اُس میں نظام کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ نظر رکھیں اور اس عرصے میں پیغام بھیج کر یا متعلقہ افسر کو مطلع کر کے اُس سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور افسر بالا کا بھی یہ کام ہے کہ وہ حسن خلق سے پیش آئے اور لوگوں کی ٹھوکر کا موجب نہ بنے۔ جماعت احمد یہ دل جیتنے کے لئے بنائی گئی ہے۔اس بنیادی حقیقت کو تو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے اور **نظام جماعت کی متابعت میں اگر دل ٹوٹتے ہوں تو ہر کارکن کا فرض ہے کہ وہ اپنی جان پر زیادہ سے زیادہ تکلیف لے لے اور دل توڑنے سے گریز کرے اور نظام کے تقاضے کو اس طرح سرانجام دے کہ اُس کے دل کو بیشک تکلیف پہنچ رہی ہو لیکن جس پر وہ نظام جاری کرنا ہے اُس کو کم سے کم تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے۔** یہ ایک سلیقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر بعض لوگوں کو ودیعت ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو سکھانا پڑتا ہے لیکن اگر باشعور طور پر ہر انسان ان باتوں کو سمجھ کر اپنے مزاج کو ان چیزوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے تو ناممکن نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ تربیت سے لوگ سلجھ جاتے ہیں۔ بہر حال کوشش یہی کرنی چاہئے کہ آپ کسی کی ٹھوکر کا موجب نہ بنیں اور دل شکنی کا موجب نہ بنیں اور اگر توازن اس طرح کا خطرناک ہو کہ ایک طرف کسی قسم کا خطرہ درپیش ہو اور دوسری طرف ٹھوکر کا مسئلہ ہو تو یہ وہ صورتحال ہے جس کی فوری طور پر بالا افسر کو اطلاع کرنی ضروری ہے یہی حل ہے اور اُس وقت تک اپنی نگرانی رکھیں جب تک آپ نگرانی رکھ سکتے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے نظام کے متعلق ایک اَور اہم بات جس کی طرف میں سالہا سال سے اپنے نظام کو جہاں جہاں میں کام کرتا رہا ہوں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے جب سے میں نظامِ جلسہ سے وابستہ ہوا ہوں اس پہلو کی طرف جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں اور وہ ہے نماز کا قیام۔ جس طرح میں نے ایک بنیادی بات آپ کے سامنے یہ رکھی کہ ہم دل جیتنے کے لئے آئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ دل کس کی خاطر؟ اپنے لئے یا کسی اور کے لئے۔ ہم خدا کی خاطر دل جیتنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس لئے اگر دل خدا کی خاطر نہ رہیں تو پھر وہ جیتنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں بالکل بے معنی اور لغو بات رہ جاتی ہے اور خدا کی خاطر دل جیتنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بنی نوع انسان کو عبادت گزار بنانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ **وہ لوگ جو نظام کے بہانے نمازیں چھوڑ دیتے ہیں اُن کے پاس اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔** نماز کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ شدید جنگ

کے دوران بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اس کے کہ بالکل ناممکن بنا دیا گیا اور وہ صرف ایک دفعہ ہوا باقاعدہ نماز ادا کرتے تھے اور لڑائی ہو رہی ہوتی تھی اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق آپؐ پھر بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے آدھے لوگ آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کے الگ ہو جایا کرتے تھے اور دوسرے دوسری رکعت پڑھنے کے لئے آتے تھے تو یہ ہتھیار سنبھال لیتے تھے اور پھر پہلی پارٹی دوبارہ واپس آتی تھی ان کو ہتھیار دے کر اور اپنی دوسری رکعت بعد میں پوری کرتی تھی اور دوسری پارٹی پھر واپس آ کر اُن کو ہتھیار پکڑاتی تھی اور پھر اپنی رکعت پوری کرتی تھی۔ اب یہ بتائیں کہ چار پھیرے پڑتے تھے (بخاری کتاب الخوف جلد دوم حدیث نمبر: ۳۴۷) اور دوران جنگ جب لڑائی ہو رہی ہو اُس وقت یہ کیفیت حیرت انگیز ہے سوائے اس کے کہ انسان کو کامل یقین ہو جائے ذرا بھی شک نہ رہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک دنیا کی سب سے زیادہ اہم چیز عبادت تھی اور عبادت کے مقابل پر پھر کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں رہتی تھی۔

یہاں چھوٹے سے نظام میں رہنے کے خیال سے بھی لوگ نمازوں کو ٹال دیتے ہیں چنانچہ بعض تو ایسے ہیں جو پھر نماز قضاء کر جاتے ہیں یا پھر پڑھتے بھی نہیں ہوں گے بعض چونکہ انگلستان وغیرہ میں نظام اُس طرح جاری نہیں ہے جس طرح قادیان یا ربوہ میں جاری تھے اور جماعت کی اہمیت کا احساس اُس شدّت کے ساتھ چھوٹی نسلوں میں پیدا نہیں کیا گیا جیسا کہ قادیان یا ربوہ میں یا پاکستان کی بڑی جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں دوہرا خطرہ ہے۔ کارکن آئیں گے وہ سمجھیں گے کہ یہی نیکی ہے کہ میں کارکن ہوں اور نماز ہو نہ ہو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سے مستقبل کے لئے آپ بہت ٹیڑھی عادتیں چھوڑ جائیں گے اور نہایت بڑے خطرات پیدا کر جائیں گے۔ جب زور برتن پر ہو جائے اور یہ دیکھا ہی نہ جائے کہ برتن بھرا ہوا ہے کہ خالی ہے تو ایسے برتن پہ کسی نے سر پھوڑنا ہے جس میں کچھ بھی نہ ہو۔ یہ نظام برتن کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے اندر عبادت کی روح ہے، محبت کی روح ہے اور اعلیٰ اخلاق کی روحیں ہیں جو اس نظام جماعت کے برتن میں محفوظ رہتی ہیں اور سب سے اہم روح جو اس نظام میں ہے وہ عبادت کی روح ہے۔ پس جلسے کا نظام ہو یا کوئی اور اگر اُس کی وجہ سے عبادت میں رخنہ پیدا ہوتا ہے تو ہم اپنے اعلیٰ مقصد کو ایک ادنیٰ مقصد پر قربان کر رہے ہیں۔ جبکہ عہدِ بیعت میں اس کے بالکل برعکس صورتحال ہے۔ عہد بیعت میں آپ یہ اقرار کرتے ہیں کہ میں

دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا۔ تو وہاں نسبتی لحاظ سے وہ نظام جو بظاہر دین ہی کا حصہ ہے عبادت کے مقابل پر دنیا بن جاتا ہے اور یہ دین اور دنیا کا رشتہ اسی طرح چلتا چلا جاتا ہے۔ باریک در باریک ہوتا چلا جاتا ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ دینی فرائض میں بھی آپس میں ایک تناسب ہوتا ہے۔ اوپر کے درجہ کا دینی پھل نچلے درجے پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔

پس نماز باجماعت کے قیام کی طرف سارے منتظمین توجہ رکھیں اور ایک تربیت کا نظام ہے وہ تو اپنی جگہ کام کرے گا لیکن ہر افسر شعبہ کا کام ہے کہ اُس کے ماتحت افسران اور معاونین سب باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اگر ممکن ہو تو اُن کے لئے چھوٹی باجماعت نمازوں کا شعبہ وار انتظام کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ بعض وقت باجماعت نماز میں شامل نہیں ہو سکتے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی دورانِ جہاد آدھے مجاہدین شامل نہیں ہو سکتے تھے مگر وہ جو صورت ہے کہ وہ آدھی نماز پڑھیں اور پھر واپس چلے جائیں پھر دوسرے آدھی نماز پڑھیں وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہے اُس کو ہم عام نہیں کر سکتے۔ اس لئے یا آپ نماز پڑھ سکیں گے باجماعت یا نہیں پڑھ سکیں گے دو ہی صورتیں ہیں۔ وہ جو صورت تھی جو میں نے بیان کی ہے اُس کے اندر ایک اَور فلسفہ ہے جسے آپ کو سمجھنا چاہئے۔

جہاد کے وقت ہر شخص کو اپنی زندگی کے متعلق بے یقینی ہوتی تھی اور سب سے بڑی خواہش صحابہ کی اپنی زندگی کی آخری خواہش یہ ہوا کرتی تھی کہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز کی توفیق مل جائے۔ پس یہ جو نظام بیان کیا گیا ہے یہ کوئی جلد بازی میں تجویز کیا ہوا نظام نہیں ہے بلکہ ایسا حیرت انگیز حکمت پر مبنی نظام ہے جس کو دنیا دار سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ایک دنیا دار جرنیل کے دماغ میں بھی نہیں آ سکتی اُس کے خواب میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ جنگ کے دوران کسی کو پیچھے بُلا کر آدھوں کو پہلے چرچ میں بُلاؤ پھر دوسروں کو بلاؤ پھر وہ پہلے واپس آئیں پھر دوسرے واپس آئیں۔ وہ کہے گا یہ کیا چکر ہے یہ تو بالکل بے معنی اور بے حقیقت بات ہے۔ مگر عظمت کس چیز کی ہے دلوں میں؟ یہ ہے فیصلہ کن بات اور قرآن کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سچائی کی کتنی بڑی دلیل اس چھوٹے سے حکم میں مضمر ہے۔ بلا استثناء، بلا شبہ سب سے بڑی عظمت اُس وقت عبادت کو حاصل تھی اور وہ عبادت جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھی

جائے۔ ایسے حریص تھے مؤمن اُس عبادت کے لئے کہ خدا تعالیٰ نے محبت کی نظر سے اُن کی تمنا کو دیکھا اور ایک ایسا نظام تجویز کیا جو دنیا کی نظر میں کلمزی (Clumsy) اور نا قابل عمل قرار دیا جائے گا لیکن اُن کے دل کی تمنا دیکھیں کہ کتنی شدید تھی اور کیسی کیسی دعائیں اُن کے دل سے پھوٹتی ہوں گی خدایا ہمیں توفیق ملے ہم بھی شہادت سے پہلے تیرے پاک رسولؐ کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہوں کہ خدا نے اُن کے دلوں پر نظر ڈالتے ہوئے قرآن کریم میں یہ حکم جاری فرما دیا۔ وہ بات تو پھر نہیں ہو سکتی لیکن عبادت کی محبت کا سبق تو ہمیں مل گیا ہے۔ یہ تو پتا چل گیا کہ سب سے زیادہ شدت کی مصروفیت کے وقت بھی عبادت کو جو اہمیت حاصل ہے ویسی کسی اور چیز کو حاصل نہیں۔

پس اس پہلو سے اس جلسے پر بھی اور دنیا بھر میں جہاں یہ خطبے پہنچیں گے اور وہاں بھی جلسے ہوں گے وہاں کے کارکن بھی اس بات کو پلے باندھ لیں اچھی طرح اور مضبوطی سے پکڑ لیں کہ ہر منتظم کا فرض ہے کہ اپنے ماتحتوں کو عبادت پر قائم کرے، عبادت کے سلیقے سکھائے اور جلسہ یو۔ کے کے موقع پر تو آپ کو یہ دوہرا فائدہ ہوگا کہ ایسے بچوں کو بھی آپ عبادت سکھانے کی توفیق پالیں گے جن میں سے بعض نہیں پڑھتے ہوں گے کیونکہ یہاں کی تربیت میں بہت سے خلا رہ گئے ہیں۔ چھ سال پہلے میں یہاں آیا تقریباً اُس سے پہلے جو تربیت کی حالت تھی اُس میں بہت سے نقص تھے۔ جو نسلیں اُس تربیت کے دوران پیدا ہوئی ہیں جب میں یہاں موجود رہا ہوں اُن کے اندر اور پہلی نسلوں میں بڑا فرق ہے اس لئے خلا والی نسلیں بہت سی یہاں ملیں گی جن کے اندر جگہ جگہ تربیتی خلا موجود ہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر منتظمین کو خدا تعالیٰ یہ بہت بڑی سعادت بخشے گا کہ اگر وہ اپنے کارکنوں کو نماز سکھا دیں اور نماز کے ساتھ اُن کے وضو پر بھی نظر رکھیں۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا خیال کریں۔ وضو ٹھیک کرتے بھی ہیں کہ نہیں اور نماز پڑھنے کا طریقہ بھی ٹھیک آتا ہے کہ نہیں۔ باریک نظر سے دیکھیں تو ان تین، چار، پانچ بعض دفعہ دس دنوں میں بعض کارکنوں کا عرصۂ خدمت دس دن تک پھیلا ہوگا بعضوں کا شائد اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ بہت اچھا موقعہ میسر آ سکتا ہے کہ نئے نوجوانوں کی، نئی نسلوں کی تربیت کی جا سکے۔ تربیت کے معاملے میں مَیں نے یہ کہا کہ باریک نظر سے تفصیل سے دیکھیں اور یہی بات انتظام کے معاملے پر بھی چسپاں ہوتی ہے۔ اچھا منتظم وہی ہے جو حکم جاری کرنے کے بعد یا ہدایت دینے کے بعد آخری کنارے تک نظر رکھے اور نیچے اُتر کر اُس سطح پر جو آخری کام کی سطح ہے

وہاں دیکھے کہ کس طرح ہدایتیں پہنچی ہیں اور کس طرح وہاں کام ہو رہا ہے اور Planning کے وقت بھی باریک باریک امکانات کو اور احتمالات کو پیش نظر رکھے۔ ایسا ہی مربی دین میں کامیاب ہوتا ہے اور ایسا ہی منتظم دنیا میں کامیاب ہوتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ ہر حکم دینے کے بعد دوبارہ سنتے تھے اور سننے کے بعد اگر اُس کو ضرورت پڑتی تھی تو پھر دوبارہ بتاتے تھے اور پھر سنتے تھے۔ جب تک آپ کی یہ تسلی نہیں ہو جاتی تھی کہ سننے والے نے بات سمجھ لی ہے اُس وقت تک آپ اُس کو رخصت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت سارے انتظامات میں خرابی کا باعث اس سنت سے غفلت بنتی ہے یعنی جو کارکن اس سنت کو نہیں اپناتے وہ ایک پیغام دے دیتے ہیں اور پھر بے فکر ہو کر غافل ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی نتیجہ نہ نکلے یا غلط نتیجہ نکلے اور ہم پوچھیں وہ کہتے ہیں جی ہم نے تو بتا دیا تھا اس کو۔ جب اُس کو جس کا بھی جو بھی نام ہو اُس کو بلایا جاتا ہے کہ جی تمہیں بتا دیا تھا پھر تم نے یہ حرکت کی تو وہ کہتا ہے جی مجھے انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا یہ بتایا تھا۔ اب اس میں جھوٹ سچ کا سوال نہیں ہے۔ سننے کے انداز مختلف ہیں بتانے کے انداز مختلف ہیں۔ جب تک ان دونوں کا مزاج ہم آہنگ نہ ہو جائے اور اچھی طرح یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ جو کہا گیا تھا وہ سمجھا بھی گیا ہے کہ نہیں اُس وقت تک دونوں میں سے کسی کا قصور بھی قرار نہیں دیا جا سکتا یا یوں کہنا چاہئے کہ دونوں کا قصور ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذمہ داری سنانے والے پر ڈالی ہے۔ اسی لئے اپنی خدا کے حضور اسی رنگ میں ذمہ داری دیکھتے رہیں اور یہ وہ راز ہے آپ ؐ کی عظمت کا جو شخص کسی کی جواب طلبی کرنے والا ہو اگر وہ اپنی جوابدہی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اُس فکر میں ہلکان نہیں رہتا تو وہ حقیقت میں جواب طلبی کی بھی اہلیت نہیں پاتا اور ایسی خرابیاں اُس کے نظام میں لازماً ہوں گی جس کے نتیجے میں جو بات اُس کے سپرد کی گئی ہے آگے صحیح رنگ میں پہنچی ہے کہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق تھا کہ بار بار بیان فرماتے پھر یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ بات پہنچائے اور پھر خود آخری عمر میں سب سے بڑے مجمع میں مخاطب کر کے جو حجۃ الوداع کا موقعہ تھا اُس وقت آپ نے فرمایا کہ بتاؤ، گواہی دو کہ خدا نے جو مجھے پیغام دیا تھا میں نے تم تک پہنچا دیا۔ گواہی دو کہ جو خدا نے مجھے پیغام دیا تھا میں نے تم تک پہنچا دیا اور وہ لاکھوں کا مجمع بتایا جاتا ہے کہ اُس سارے مجمع نے بیک

زبان ہو کر گواہی دی۔ آپؐ کو اُن کی گواہی کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ آپؐ اُن پر گواہ تھے لیکن اپنے دل کی ایک خواہش پوری کرنے کے لئے کہ خدا کے سامنے میں جوابدہ ہوں میرے سامنے یہ لاکھوں خدا کے بندے گواہ ٹھہر جائیں کہ ہاں میں نے حق ادا کر دیا ہے۔ اچھا منتظم خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی ہو اُس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں۔ چاہے نہ چاہے اُسے اس سنت پر عمل کرنا ہی ہوگا اور جہاں نہیں کرے گا وہاں نقصان اُٹھائے گا۔ سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خوبی ہے کہ اس کے اکثر حصے ایسے ہیں جس میں منکرین کے لئے بھی سوائے سنت پر چلے بغیر چارہ نہیں ہے۔ نہیں چلیں گے تو مار کھائیں گے۔ اس لئے جو غلام ہیں، جو عاشق ہیں، جنہوں نے دنیا کو اس غلامی کے رنگ سکھانے ہیں اُن کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بڑی باریک نظر سے دیکھیں اور اپنی جان پر اس کو جاری کریں اور اپنے دل سے چمٹا کے بیٹھ جائیں اور پھر اُس سے استفادہ کر کے نیک نمونے دنیا میں ظاہر کریں جو سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے والے نمونے ہوں۔ پس نظام جماعت کے ہر حصے پر اس بات کا اطلاق پاتا ہے۔ آپ جب کسی کارکن کو ہدایت دیں جلسے کے موقع پر بھی یہی طریق اختیار کریں، ہدایت کے بعد اُس سے پوچھیں کہ کیا سمجھے ہو بتاؤ؟ پھر وہ جو غلط سمجھا ہوگا اُس کو درست کریں اور اُس کو پھر یہ بھی سکھائیں کہ آگے بھی تم نے اسی طرح اگر کسی اور کو پیغام دینا ہے تو اسی طریق پر دو اور اچھی طرح یقین کرلو کہ بات صحیح رنگ میں پہنچ گئی ہے۔

آخری بات یہ کہ دُعا پر بہت زور دیں۔ مَیں نے بارہا زور دیا ہے لیکن دُعا ایک ایسی چیز ہے جس پر پورا زور دیا ہی نہیں جا سکتا۔ یعنی جتنا بھی دیں اُتنا ہی کم ہے۔ یہ محاورہ ہے اُردو کا مگر عملاً یہ محاورہ اَور کسی چیز پر صادق آئے نہ آئے دُعا کے مضمون پر ضرور آتا ہے۔ انسان جس کو کثرت سے دُعا کی عادت بھی ہو وہ بھی بعض موقع پر غافل ہو جاتا ہے اور جس کو زیادہ دُعا کی عادت ہو اور خدا تعالیٰ اُس کو سبق دینا چاہے اُس کی تھوڑی سی غفلت بھی غلط نتیجہ پیدا کر کے اُس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے اور جب اُسے یاد آتا ہے کہ اُوہو میں نے تو دُعا کرنی تھی اور دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس نتیجے کو درست بھی فرما دیتا ہے۔

پس ہمارے تمام منتظمین کو دُعا کو اپنانا چاہئے اور دُعا سکھانی چاہئے جس طرح نماز سکھانی

ہے اُس طرح اپنے نوجوانوں کو دُعا کی اہمیت بتائیں اور اُن سے کہیں کہ اپنی روزمرہ ضرورتوں کے وقت اپنے لئے دُعا کیا کریں۔ ہر کام میں مصروف ہوتے وقت دُعا کیا کریں اُس سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر کام اس طرح چلتے ہیں کہ پتا ہی نہیں لگتا کہ کون چلا رہا ہے۔ خود رَو ہو جاتے ہیں، بہتے چلے جاتے ہیں اور اسی طرح پھر ہم نے دیکھا ہے کہ جلسے کے بعد جلسہ آ کے گزر جاتا ہے شروع میں بڑی مشکل پڑتی ہے، بڑے بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب جلسہ چلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فرشتے وہ بوجھ اُٹھا کر اُس حد سے گزر چکے ہیں اور پتا ہی نہیں لگا کہ کب وقت آیا اور کب گزر گیا۔ تو یہ دعاؤں کی برکت ہے جو ہماری نسلوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت یافتہ نسلوں سے سیکھی ہے، ورثہ میں پائی ہے یہ برکت اور یہ سلیقہ سیکھا ہے۔ اس سے اب اگلی نسلوں میں ہمیں جاری کرنا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ اس کی حفاظت کرنی ہے اور دُعا کریں اور دُعا کروائیں اور دُعا کے سلیقے سکھائیں اور اُس کے نیک نمونے قائم کریں اور پھر اس کے پھل کھائیں **جو دُعا کے ذریعے مانگ کر چیز ملتی ہے اُس کا مزہ ہی اَور ہے۔ روزمرہ تو خدا کے اتنے احسانات ہیں کہ اُن میں ڈوبے ہوئے آپ کو یہ پتا ہی نہیں رہتا کہ کون کون سے احسانات ہیں۔ گننا شروع کریں تو ایک دن کے احسانات مہینوں میں بھی نہیں گن سکتے ہیں لیکن دُعا کے وقت ایک ذاتی رابطہ پیدا ہو جاتا ہے احسان پانے کا اور جو اُس کا لطف ہے وہ عمومی احسان سے ایک الگ لطف ہے۔** روزمرہ روٹی کھا رہے لوگ، روٹیاں تقسیم ہو رہی ہیں مگر کسی کو بلا کر کہا جائے کہ میاں یہ تمہارے لئے روٹی رکھی اُس روٹی کا بالکل اَور مزہ ہے۔ اس لئے دُعا کے ذریعے وہ لذت حاصل کریں اور اپنے رب سے وہ تعلق پیدا کریں جس کے نتیجے میں آپ کو بھی خدا کی طرف سے تھوڑا تھوڑا مائدہ ملنا شروع ہو جائے۔ کچھ رزق براہ راست آپ کے حصے میں آئے اور اس کی وجہ سے پھر مستقل ہماری آئندہ نسلوں کی حفاظت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔